ایشیا اور یورپ کی کہانیاں

محمد قاسم صدیقی

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

ایشیا اور یورپ کی کہانیاں

ایشیا اور یورپ کی کہانیاں

محمد قاسم صدیقی

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند

فروغ اردو بھون، FC-33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا، جسولہ، نئی دہلی 110025

© قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

پہلی اشاعت	:	1988
تیسری طباعت	:	2010
تعداد	:	1100
قیمت	:	-/9 روپے
سلسلۂ مطبوعات	:	575

Asia aur Europe ki Kahaniyan

by

Mohd. Qasim Siddiqui

ISBN :978-81-7587-378-0

ناشر: ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، فروغ اردو بھون، FC-33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا، جسولہ، نئی دہلی-110025 فون نمبر: 49539000، فیکس 49539099

شعبۂ فروخت: ویسٹ بلاک-8، آر کے پورم، نئی دہلی-110066 فون نمبر 26109746

فیکس نمبر 26108159

ای میل urducouncil@gmail.com، ویب سائٹ www.urducouncil.nic.in

طابع: ہائی ٹیک گرافکس، 167/8، سوناپریا چیمبرس، جامعہ نگر، نئی دہلی-110025

اس کتاب کی چھپائی میں 70GSM, TNPL Maplitho کاغذ استعمال کیا گیا ہے۔

پیش لفظ

پیارے بچو! علم حاصل کرنا وہ عمل ہے جس سے اچھے برے کی تمیز آجاتی ہے۔ اس سے کردار بنتا ہے، شعور بیدار ہوتا ہے، ذہن کو وسعت ملتی ہے اور سوچ میں نکھار آجاتا ہے۔ یہ سب وہ چیزیں ہیں جو زندگی میں کامیابیوں اور کامرانیوں کی ضامن ہیں۔

بچو! ہماری کتابوں کا مقصد تمھارے دل و دماغ کو روشن کرنا اور ان چھوٹی چھوٹی کتابوں سے تم تک نئے علوم کی روشنی پہنچانا ہے، نئی نئی سائنسی ایجادات، دنیا کی بزرگ شخصیات کا تعارف کرانا ہے۔ اس کے علاوہ وہ کچھ اچھی اچھی کہانیاں تم تک پہنچانا ہے جو دلچسپ بھی ہوں اور جن سے تم زندگی کی بصیرت بھی حاصل کرسکو۔

علم کی یہ روشنی تمھارے دلوں تک صرف تمھاری اپنی زبان میں یعنی تمھاری مادری زبان میں سب سے موثر ڈھنگ سے پہنچ سکتی ہے اس لیے یاد رکھو کہ اگر اپنی مادری زبان اردو کو زندہ رکھنا ہے تو زیادہ سے زیادہ اردو کتابیں خود بھی پڑھو اور اپنے دوستوں کو بھی پڑھواؤ۔ اس طرح اردو زبان کو سنوارنے اور نکھارنے میں تم ہمارا ہاتھ بٹا سکو گے۔

قومی اردو کونسل نے یہ بیڑا اٹھایا ہے کہ اپنے پیارے بچوں کے علم میں اضافہ کرنے کے لیے نئی نئی اور دیدہ زیب کتابیں شائع کرتی رہے جن کو پڑھ کر ہمارے پیارے بچوں کا مستقبل تابناک بنے اور وہ بزرگوں کی ذہنی کاوشوں سے بھرپور استفادہ کرسکیں۔ ادب کسی بھی زبان کا ہو، اس کا مطالعہ زندگی کو بہتر طور پر سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ
ڈائرکٹر

فہرست

1	—	نیکی کا انعام	(ڈنمارک)	7
2	—	عقل اور قسمت	(آسٹریا)	13
3	—	سچی خوشی	(پولینڈ)	19
4	—	عجیب باجا	(چین)	27
5	—	انوکھی محبت	(جرمن)	32
6	—	سمندر کی شہزادی	(جاپان)	36
7	—	پری کی بخشش	(فرانس)	41
8	—	کوٹ کی خاطر	(ایران)	40
9	—	خزانہ کیسے ملا	(شام)	50

نیکی کا انعام

بہت زمانہ کی بات ہے کہ ایک کسان جنگل میں لکڑیاں کاٹ رہا تھا۔ وہ ایسے درختوں کو چھوڑ دیتا تھا جو بڑے اور مضبوط ہوتے وہ سوچتا کہ ان درختوں سے آگے چل کر کام لیا جاسکتا ہے۔ درخت کاٹتے کاٹتے وہ ایک ایسے درخت کے پاس گیا جس کی خشک شاخیں آپس میں جڑی ہوئی تھیں۔ اُس کا تنا کھوکھلا ہوچکا تھا کسان نے اُسے کاٹنا شروع کیا۔ اتنے میں اُسے آواز آئی۔

"ٹھہرو۔ ٹھہرو۔ میری مدد کرو مجھے آزاد کراؤ"

کسان نے اِدھر اُدھر نظر دوڑائی کہ اُسے مدد کے لیے کون پکار رہا ہے اُس کی نظر ایک سانپ پر پڑی۔ یہ سانپ درخت کے پھٹے ہوئے تنے میں بُری طرح پھنسا

ہوا تھا۔

"نہیں۔ میں تمہاری مدد نہیں کرسکتا۔ تم مجھے کاٹ لوگے" کسان نے سانپ سے کہا۔

سانپ نے اُس کی خوشامد کی۔ اُس نے کسان کو یقین دلایا کہ وہ اُسے آزاد کردے۔ اُس کی مدد کرے وہ اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ کسان کو یقین آگیا۔ وہ سانپ کے وعدہ کو سچ سمجھا۔ اُس نے اپنی کلہاڑی اُس تنے کی دراڑ میں پھنسائی اور دراڑ کو کھول لیا۔ سانپ کو اتنی جگہ مل گئی کہ وہ آسانی سے نکل جائے۔ سانپ آزاد ہوگیا۔ آزادی کے ساتھ اُس نے کسان کے پیروں کو پکڑا اور اُس کے گرد لپٹ گیا۔

کسان سخت پریشان ہوا۔ اُس نے کہا "میں نہ کہتا تھا کہ تم بُرائی سے کام لوگے تم احسان نہیں مان سکتے تمہارے ساتھ بھلائی کرنا بیکار تھا۔"

"باتیں تم لوگ خوب بناتے ہو۔ میں نے نیا کام کیا کیا دنیا کا یہی طریقہ ہے کہ نیکی کا بدلہ بُرائی ہوتا ہے۔" سانپ نے جھٹ سے جواب دیا۔

کسان نے بہت اطمینان سے سانپ کی بات کو کاٹ

دیا اور کہنے لگا۔

" میں نہیں مانتا۔ نیکی کا بدلہ نیکی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔"

" تم غلطی پر ہو۔ میں نے تم سے دنیا کو زیادہ دیکھا ہے میں تم سے بہتر جانتا ہوں۔ مجھے معلوم ہے دُنیا میں کیا ہورہا ہے۔" سانپ نے پھر اپنی بات جاری رکھی۔

" چلو کسی تیسرے شخص سے فیصلہ کراتے ہیں۔ نہ میری بات رہے گی نہ تمہاری۔"

" ٹھیک ہے میں اس کے لیے تیار ہوں۔" سانپ بولا اور وہ پیڑ میں اچھی طرح لپٹ گیا۔

کسان پریشان ہوگیا لیکن اُسے یقین تھا کہ اُس نے نیکی سے کام لیا ہے اور جیت بھی اُسی کی ہوگی۔ وہ جنگل میں کسی تیسرے شخص کی تلاش میں نکلا۔ راستے میں اُسے ایک بوڑھا کمزور گھوڑا ملا۔ وہ ایک ٹانگ سے لنگڑا تھا۔ اس کی ایک آنکھ تھی۔ اُس کی کمر پر بہت سے زخم تھے۔ اُس کے مُنہ میں ایک بھی دانت نہ تھا اور وہ بڑی مشکل سے گھاس کھانے کی کوشش کررہا تھا سانپ نے کہا " چلو اس سے پوچھ لو کہ اس دنیا میں نیکی کا بدلہ اچھا ملتا ہے یا بُرا۔"

گھوڑے نے اُس کی طرف دیکھا اور پھر اپنی حالت پر نظر ڈالی اور بولا "بے شک نیکی کا انجام بُرا ہوتا ہے۔" میں نے اپنے مالک کی بیس سال تک خدمت کی اُسے اپنی کمر پر لیے لیے تمام دنیا میں پھرا اُس کی گاڑی کھینچتا رہا۔ میں جب تک جوان رہا میری بڑی خاطر ہوئی مجھ میں جان تھی تو مجھے اچھی خوراک ملتی۔ روز مجھے نہلایا جاتا۔ میری صفائی کی جاتی۔ میری خدمت پر ایک آدمی مقرر تھا۔ اب میں بوڑھا ہوگیا تو اُس نے مجھے گھر سے نکال دیا اور پن چکی میں جوت دیا۔ مجھے کھانے کو کچھ نہیں دیا جاتا بلکہ کھانے کے وقت کھول دیا جاتا ہے بس یہی میری خوراک ہے۔ نہیں! نہیں نیکی کا انجام بدی ہے۔ نیکی کر اور بُرائی لے۔"

"دیکھو میں نہ کہتا تھا۔ اب تو مجھے اجازت ہے کہ میں تمہیں ڈس لوں۔" سانپ نے کہا۔

"نہیں۔ ایک لمحہ اور انتظار کرو۔ سامنے لومڑ آرہا ہے اس کی رائے اور لے لیں۔" کسان نے بڑی خوشامد سے کہا۔

لومڑ بڑے مزے سے آرہا تھا۔ جب وہ کسان کے قریب آیا تو رُک گیا اور غور سے کسان کو دیکھنے لگا۔ وہ کسان کو دیکھ کر

سمجھ گیا کہ وہ سخت مصیبت میں مبتلا ہے۔

سانپ نے لومڑ کو آواز دی "بھائی لومڑ، بھائی لومڑ ہمارا فیصلہ کردو یہ کسان یہ کہتا ہے کہ نیکی کا انجام اچھا ہوتا ہے اب بتاؤ کیا نیکی کا انجام بُرا نہیں ہوتا۔ میں تو سمجھتا ہوں نیکی کرنا بیکار ہے" کسان نے آہستہ سے کہا "ٹھیک ہی کہنا میں تمہیں دو بطخ دوں گا"

لومڑ سوچتا رہا اُسے کسان پر رحم آرہا تھا اُس نے کہا "اچھے کاموں کا اچھا ہی انعام ملتا ہے" یہ کہہ کر اس نے سانپ پر حملہ کر دیا اور اس کی گردن توڑ ڈالی۔

سانپ مرنے سے پہلے چلانے لگا "میں نہ کہتا تھا اچھے کام کا انجام بُرا ہوتا ہے میں نے آدمی کی جان بچائی اُسے کچھ نہ کہا اور اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا"

سانپ مرچکا تھا اور کسان آزاد تھا اُس نے لومڑ سے کہا "میرے ساتھ گھر چلو اور بطخیں لے لو"

"نہیں آپ کا شکریہ" لومڑ نے کہا "میں آپ کے ساتھ نہیں جاسکتا اس لیے کہ آپ میرے اوپر کتے چھوڑ دیں گے"

"اچھا تو یہاں انتظار کرو میں لے کر آتا ہوں" کسان نے

یہ کہا اور جلدی جلدی گھر کی طرف چل دیا۔

گھر پہنچ کر کسان نے اپنی بیوی کو پورا قصّہ سُنایا اور اُس سے کہا کہ وہ جلدی سے دو بطخیں دے دے۔" میں نے لومڑ سے وعدہ کرلیا تھا اُس وعدے کو پورا کرنا ہے"

تھوڑی دیر میں اُس کی بیوی نے ایک بوری لاکر اُسے دیدی۔ بوری بند تھی۔ کسان خوش خوش لومڑ کے پاس پہنچا اور کہا "لو اپنا انعام جس کا وعدہ کیا تھا"

"شکریہ۔ میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ نیکی کا بدلہ نیکی ہی ہوتا ہے" لومڑ نے اپنی کمر پر بوری رکھی اور اپنے بھٹ کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ بوجھ بھاری تھا۔ لومڑ تھک گیا۔ اُس نے اپنے گھر پہنچ کر بوری کو کھولنا شروع کیا۔ اپنے تیز دانتوں سے رسّی کاٹنے لگا رسّی کٹ گئی تو یکایک دو خونخوار کتّے نکلے اور اُسے گلے سے دبوچ لیا۔ لومڑ ایک منٹ میں ختم ہوگیا۔ یہ تھا نیکی کا انجام۔

عقل اور قسمت

عقل اور قسمت میں ہمیشہ سے آپس میں لڑائی تھی۔ دونوں ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتی رہتی تھیں۔ ایک مرتبہ قسمت باغ میں ایک بنچ پر بیٹھی تھی۔ کہیں سے عقل بھی بھٹکتی ہوئی آپہنچی اُس نے قسمت سے کہا "میرے لیے جگہ خالی کردو"

میں تمھارے لیے جگہ خالی کروں؟ آخر کیوں؟ میں تم سے کس بات میں کم ہوں، میرے کارنامے تم سے زیادہ ہیں" قسمت نے جواب دیا۔

بحث کیوں کرتی ہو آزمالو تم بڑی ہو یا میں۔ دیکھو سامنے کسان کا بیٹا ہل چلا رہا ہے۔ تم اپنے آپ کو عقل کہتی ہو اُس کے اندر داخل ہوجاؤ اور اسے کامیاب بنانے کی کوشش کرو۔

اگر تم اُسے زندگی میں کامیاب کردو تو میں ہمیشہ کے لیے تمہاری غلام بن جاؤں گی اور جب تم طوگی تو تمہارے آگے سر جھکاؤں گی۔
قسمت نے پُرزور تقریر کی۔

عقل نے قسمت کی یہ بات مان لی اور جاکر کسان کے لڑکے میں داخل ہوگئی۔

کسان کے لڑکے میں عقل کا داخل ہونا تھا کہ اُس نے سوچنا شروع کردیا کہ آخر وہ ہل کیوں چلائے اس نے سوچا کے میں کوئی کام کروں تاکہ اس سے بہتر زندگی گزاری جاسکے۔ گھر آکر اُس نے باپ سے کہا کہ وہ کسان نہیں بننا چاہتا۔ وہ باغبانی سیکھنا چاہتا ہے۔ پہلے تو اُس کا باپ بہت ناراض ہوا مگر پھر راضی ہوگیا اُس نے کہا "اگر تمہارا آخری فیصلہ یہی ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہاں میرے مرنے کے بعد اس جھونپڑی کا مالک تمہارا بھائی ہوگا۔"

اس کسان کے لڑکے کا نام دنیک تھا۔ اُس کے ہاتھ سے جھونپڑی بھی جاتی رہی مگر اُسے افسوس نہ تھا وہ سیدھا شاہی محل کے مالی کے پاس پہنچا اور اُس کا شاگرد بن گیا۔

شاہی مالی اُس سے جو کام لیتا یہ اُسے بڑی محنت سے

کرتا بلکہ اُس سے زیادہ کام کرکے دکھاتا۔ کچھ دنوں کے بعد اُس نے خود ہی سب کام کرنا شروع کردیا۔ مالی کو غصّہ تو بہت آتا مگر وہ دیکھتا کہ دینک کا ہر کام سلیقہ کا ہوتا ہے اِس لیے خاموش رہتا کچھ ہی دن گذرے تھے کہ مالی نے اُسے خود ہی ہر طرح کی آزادی دے دی۔ اُس نے باغ کو اس قدر خوش نما اور پیارا بنا دیا کہ بادشاہ اپنے باغ کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اُس نے اپنی ملکہ اور بیٹی کو بھی لاکر باغ دکھایا سب کو باغ اتنا پسند آیا کہ اب سب روز صبح و شام اُس میں گھومنے آنے لگے۔

شہزادی بڑی خوبصورت اور پیاری تھی لیکن افسوس کی بات یہ تھی کہ بارہ سال کی عمر کے بعد اُس نے بولنا چھوڑ دیا تھا۔ کسی نے اس کے بعد اُسے باتیں کرتے نہیں سُنا۔ بادشاہ کو اس کا بہت دُکھ تھا اُس نے بہت علاج کرائے مگر کوئی اثر نہ ہوا اس کے بعد اُس نے اپنی سلطنت میں اعلان کرایا کہ جو شخص شہزادی کی خاموشی کو توڑ دے گا اُسی سے شہزادی کی شادی کردی جائے گی۔ اس کے بعد کئی خوبصورت اور عقلمند شہزادے اور بڑے نامور سپہ سالار بادشاہ کے دربار میں آئے مگر وہ جیسے آئے تھے ویسے ہی لوٹ گئے۔ کوئی بھی شہزادی

کی زبان کھولنے میں کامیاب نہ ہوسکا۔

ایک دن دینک نے سوچا کہ کیوں نہ وہ کوشش کرے شاید شہزادی اس کے ہی سوال کا جواب دے دے۔ یہ سوچ کر وہ دربار میں حاضر ہوا اور اپنی بات درباریوں تک پہنچائی۔ بادشاہ کو جب معلوم ہوا تو اُس نے دینک کو بلا لیا اور شہزادی کے کمرہ میں بھیجے۔

شہزادی کے پاس ایک چھوٹا کتا تھا۔ یہ بڑا ہوشیار اور سمجھ دار جانور تھا۔ شہزادی کا معمولی اشارہ بھی سمجھ لیتا تھا۔ کمرہ میں جب دینک داخل ہوا تو اُس نے ظاہر کیا کہ جیسے اُس نے شہزادی کو دیکھا ہی نہیں اور فوراً کتے سے بولا

"پلو میں نے سُنا ہے تم بہت ہوشیار ہو۔ میں تم سے ایک مشورہ لینا چاہتا ہوں۔ سُنو ایک سفر میں ہم تین ساتھی تھے۔ ایک بُت تراش۔ دوسرا درزی اور تیسرا میں۔ ہم ایک گھنے جنگل سے گذر رہے تھے کہ رات ہوگئی۔ ہم نے وہیں رات گذارنے کا ارادہ کیا۔ جنگل بہت گھنا تھا اور ہر طرف سے جانوروں کا خوف تھا۔ ہم نے وہاں آگ روشن کی اور یہ طے کیا کہ رات بھر ایک نہ ایک کو جاگتے رہنا چاہیے۔ سب سے پہلے

بُت تراش نے اعلان کیا کہ وہ جاگے گا۔ تھوڑی دیر میں باقی دونوں ساتھی سو گئے۔ بُت تراش جاگتے جاگتے تھک گیا تو اُس نے پیڑ کے ایک درخت سے نوجوان لڑکی کا مجسمہ تراشنا شروع کردیا۔ مجسمہ بہت ہی خوبصورت تھا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ لڑکی اب بول پڑے گی۔ اپنا کام ختم کرنے کے بعد اُس نے درزی کو جگادیا۔ درزی کی نظر جب اُس پر پڑی تو حیران رہ گیا۔ اُس نے سوچا اگر بُت تراش یہ بنا سکتا ہے تو میں اس کو کپڑے پہنا سکتا ہوں' چنانچہ اس نے وقت گذارنے کے لیے کپڑے سینے شروع کردیے اور آخرکار کپڑے مکمل کرلیے اس نے یہ لباس مجسمہ کو پہنا دیا۔ کپڑے پہن کر اُس لڑکی کے مجسمہ کا حُسن اور نکھر آیا۔ درزی نے اپنا کام ختم کرلیا تو مجھے آواز دی۔

میں نے اُس لڑکی کے مجسّمہ کی طرف دیکھا تو حیران رہ گیا۔ میری سمجھ میں کوئی بات نہ آئی تو میں نے درزی سے پوچھا۔

"میاں! یہ کیا ہے اور یہاں کس طرح آیا؟"

درزی نے کہا "بُت تراش نے وقت گذارنے کے لیے اس لڑکی کا مجسّمہ بنایا اور میں نے جب دیکھا تو وقت کاٹنے کے لیے اس کا لباس تیار کردیا اب یہ بالکل تیار ہے صرف بولنے کی

دیر ہے۔ اگر تم وقت گذارنا چاہتے ہو تو اسے بولنا سکھانے کی کوشش کرنا۔" یہ کہہ کر وہ لیٹ گیا اور سوگیا۔ میں سوچتا رہا اور آخرکار میں نے اس مجسّمہ کو بولنا سکھا دیا اور اب وہ ایک خوبصورت حسین زندہ گڑیا میں بدل گئی۔

صبح کو جب میرے باقی دو ساتھی اُٹھے تو وہ لڑنے لگے ہر شخص لڑکی پر اپنا حق جتانا چاہتا تھا۔

"میں نے ہی اُسے بنانا شروع کیا تھا"۔ بُت تراش کا دعویٰ تھا۔ "مگر اسے لباس تو میں نے پہنایا ہے۔ درزی لڑنے لگا۔

کتا تو کیا جواب دیتا شہزادی فوراً بول اُٹھی " لڑکی تمھاری ہے۔ تم ہی اس کے حق دار ہو۔ بُت تراش نے بے جان مجسّمہ بنایا وہ کس کام کا۔ درزی نے لباس پہنایا اس کا فائدہ۔ تم نے اُسے زبان دی اور اُسی کے بعد اس کی اصل حقیقت ہے۔ اس لیے اس پر صرف تمھارا حق ہے۔

سچّی خوشی

بہت دن گذرے وارسا میں ایک موچی رہتا تھا جس کا نام لوٹک تھا۔ لوٹک بہت محنتی اور اچھا لڑکا تھا مگر بہت غریب تھا۔ وہ دور قصبہ میں جاکر ایک جگہ کام کرتا تھا اس کا مالک دوسرے مالکوں کی طرح پیسہ جمع کرتا تھا اور لوٹک کو کچھ بھی نہ دیتا۔ اُسے بس کھانا ملتا مگر وہ بھی دال کا پانی ہوتا۔ کپڑوں کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا پھٹے پُرانے کپڑے اُس کے بدن پر جھولتے رہتے۔ حالات اس قدر خراب تھے کہ آدمی کا بچّہ تو کیا اب تک کتّا بھی نہ رہ سکتا تھا۔ لوٹک کی حالت دیکھتے تو لوگ اُس سے کہتے

"صبر کرو اور اپنے آپ کو قابو میں رکھو تمھارے دن کبھی نہ کبھی ضرور پلٹیں گے۔"

دن پر دن گذرتے رہے اور لوٹک اسی طرح غریبی میں دن

بسر کرتا رہا۔ تنگ آکر اُس نے طے کر لیا کہ وہ اس مالک کے پاس سے ضرور بھاگ جائے گا۔ "میں فوج میں بھرتی ہو جاؤں گا" اُس نے سوچا لیکن اس کی ہمت نہ پڑی۔ وہ مصیبت اٹھاتا رہا اور اچھے دنوں کا انتظار کرتا رہا۔

لیک دن وہ ایک دعوت میں گیا۔ یہ دعوت اُس آدمی کی طرف سے تھی جو فوجیوں کے جوتے بناتا تھا وہ ایک کھاتا پیتا آدمی تھا اور اُس کی آمدنی کافی تھی۔ دعوت زوردار تھی۔ کھانے کے بعد قصہ کہانیوں کا دَور شروع ہوا۔

ایک بوڑھے موچی نے جو لنگڑا تھا کہا "ارے وارسا میں روپیہ اور شہرت حاصل کرنا آسان ہے بس ہمت کی ضرورت ہے۔

لوٹک نے دلچسپی سے پوچھا "مجھے بھی کوئی ایسی ہی ترکیب بتا دیجیے۔ میں بھی تھوڑے سے روپے چاہتا ہوں"

موچی اُسے بتاتا رہا کہ ارڈنیک اسٹریٹ پر پُرانے قلعہ میں ایک شہزادی رہتی تھی وہ ایک بطخ بن گئی تھی اُسے جو بھی پکڑ لیتا تھا وہ جیت جاتا تھا وہ اُسے بتاتی تھی کہ خزانہ کیسے مل سکتا ہے اور آدمی امیر کیسے بنتے ہیں۔

"وہ کب ملتی ہے" لوٹک نے بہت دلچسپی سے پوچھا

"چاندنی رات میں"

لوٹک سب باتوں کو غور سے سنتا رہا جو موچی نے اُسے سنائی تھیں۔ چاندنی رات بھی زیادہ دور نہ تھی صرف تین دن باقی تھے۔

وارسا کے شاندار شہر پر شام چھاچکی تھی۔ جون کی تاروں بھری شام تھی۔ سڑکیں آدمیوں سے بھری ہوئی تھیں۔ لوگ ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے گھوم رہے تھے۔

لوٹک چلتا رہا یہاں تک کہ وہ اپنی منزل تک پہنچ گیا وہ آہستہ آہستہ اس قلعہ تک رینگتا رہا مگر وہ اندر داخل نہ ہوسکا وہ ڈر رہا تھا کہ اگر کوئی بھوت مل گیا تو کیا ہوگا مگر اُس نے سوچا کہ اگر اس نے اب ہمت سے کام نہ لیا تو یہ وقت پھر نہ لوٹے گا۔

اُس نے دیکھا سڑک کی طرف کھلنے والی کھڑکیاں کافی نیچے تھیں اُن میں شیشے بھی نہیں۔ اُس میں صرف سلاخیں تھیں۔ لوٹک کمزور تو تھا ہی وہ ان سلاخوں سے آسانی سے گذر سکتا تھا۔

وہ اوپر چڑھنے کی کوشش کرتا رہا۔ ایک مرتبہ ناکام ہونے کے بعد پھر کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوا آخر تیسری مرتبہ کی کوشش میں وہ اوپر چڑھ سکا۔ وہ اندر داخل ہوگیا۔ اندر بہت گہرا اندھیرا

تھا لونگ نے ایک موم بتی روشن کی اور آگے بڑھا ایک تنگ برآمدہ سے گذرتا ہوا وہ ایک صحن میں نکلا۔ اس کے درمیان میں ایک تالاب تھا۔ موم بتی کی ٹمٹماتی ہوئی روشنی میں اس نے تالاب پر نظر ڈالی وہاں جو کچھ اس نے دیکھا اُس سے لنگڑے کی بات سچ معلوم ہوئی۔ تالاب کے درمیان بطخ پڑی ہوئی پھڑپھڑا رہی تھی۔

"آؤ! آؤ! اے بطخ" اُس نے پکارا اور یکایک وہ بطخ ایک خوبصورت شہزادی میں تبدیل ہوگئی۔ اُس کے سُنہرے بال فرش تک لٹک رہے تھے اس کی آنکھیں ستاروں کی طرح روشن تھیں۔ اُس کا چہرہ اتنا خوبصورت تھا کہ آنکھیں ٹھہرانا مشکل تھا۔

"تم کیا چاہتے ہو اے چھوٹے بچّے"

مجھے کچھ نہیں چاہیے لیکن میں آپ کے ہر حکم کی پابندی کروں گا۔

"اچھا ٹھیک ہے" شہزادی بولی "میں بتاؤں گی تم ایک ایسا خزانہ حاصل کروگے جو کسی نے کبھی اس سے پہلے حاصل نہ کیا ہوگا۔ تم امیر ہوجاؤگے۔ لیکن ایک بات تمھیں بالکل ایسا۔

کرنا ہوگا جیسا میں کہوں "

"بہت اچھا "

"یہ لو۔ یہ سَو سونے کے سکّے ہیں۔ کل تم کُل روپیہ خرچ کرلینا لیکن تمھیں یہ سب اپنی ضرورتوں پر خرچ کرنا ہوگا۔ اس سونے کے سکّوں میں سے تم ایک پیسہ بھی کسی کو نہیں دو گے۔ ایک پائی بھی نہیں۔ یہ بات اچھی طرح یاد رکھنا "

ہا۔ ہا۔ ہا۔ لوٹک ہنسا یہ تو بہت آسان ہے۔ میں کھاؤں گا پیوں گا اور خوشیاں مناؤں گا۔ سو سکّے کیا بڑی چیز ہے میں یہ سو سکّے خرچ کرڈالوں گا۔ اچھّا میں نے تمھارا کہنا مانا تب کیا ہوگا"

"تب ایک بڑا خزانہ تمھارا ہوگا۔ کئی سونے کی کانیں بہت ساری دولت۔ بس یہ یاد رکھو کہ اس میں سے ایک پیسہ بھی کسی پر خرچ نہیں کرنا"

شہزادی نے لوٹک کو وہ تھیلی دی اور ایک قہقہہ لگاکر غائب ہوگئی چھوٹے موچی کو خوف کے مارے پسینہ چھوٹ گیا اور وہ بڑی مشکل سے سڑک پر آیا اور پُرانے قلعہ کی طرف روانہ ہوگیا۔

دوسرے دن صبح کو لوٹک شہر کے لیے روانہ ہوگیا۔ وہ سوچنے لگا کہ اب اُسے کیا کرنا چاہیے۔ وہ پہلے ایک کپڑوں کی دُکان

میں داخل ہوا اور اپنے لیے ایک سوٹ، پینٹ اور کوٹ خریدا۔ وہ اس لباس میں کس قدر شاندار لگ رہا تھا۔

وہ اپنی چھڑی ہلاتا ہوا آگے بڑھا۔ اُس نے چھڑی بھی خرید لی تھی اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ اس روپیہ کو کس طرح خرچ کرے۔ سو سِکّے صرف اس کے اکیلے کے لیے۔ اُس نے ایک لمحہ غور کیا۔

دس بجے تھے لونگ کو بھوک لگنے لگی۔ وہ تندرست اور جوان تھا اس لیے خوب کھُل کر بھوک لگ رہی تھی۔ وہ ایک ہوٹل میں داخل ہوا اس نے بہترین کھانا منگایا اور خوب کھایا۔ اُس نے اتنا کھایا جتنا وہ تین دن میں کھاتا۔

"کیا دام ہوئے" کھانا ختم کرنے کے بعد اُس نے پوچھا

"دو سِکّے"

"بس"

"ہاں"

اس نے سوچا کہ آخر یہ سو سِکّے کس طرح خرچ ہوں گے۔ اُس نے شہر کا ایک گشت لگانے کا پروگرام بنایا۔ ایک بگھی کرایہ پرلی اور گھومنے لگا ایک چکر پورا کرنے کے بعد وہ باغ میں آیا وہاں

کچھ خرچ کیا۔ دوپہر یوں ہی گزر گئی تھی اب اُسے واپس ہونا تھا
لوٹک پھر وارسا میں تھا۔ اب وہ کیا کرے۔ ابھی وہ سکّہ بھی نہ خرچ
کر پایا تھا۔ اُس نے ایک تھیٹر کا پوسٹر دیکھا۔ وہ وہاں چلا گیا۔
وہاں اُس نے بہت اچھا وقت گذارا۔ وہ کبھی اس سے پہلے تھیٹر
نہ گیا تھا کیونکہ وہاں کا ٹکٹ بہت مہنگا تھا۔

اب کافی وقت گذر چکا تھا وہ ابھی تک روپیہ خرچ نہ کرپایا
تھا وہ سوچ میں ٹہلنے لگا۔اُس نے دیکھا کہ ایک بوڑھا آدمی ایک
کونے میں کھڑا تھا۔

" جناب عالی " اس بوڑھے نے کہا " دو دن گذر چکے
ہیں مجھے کھانا کھائے ہوئے "

لوٹک نے اس بوڑھے کی طرف دیکھا وہ واقعی ضرورتمند
تھا اُس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک مٹھی روپیہ اُس
بوڑھے کو دے دیئے۔

" خدا تمھارا بھلا کرے تم ہمیشہ خوش رہو اور امیر رہو "
بوڑھے کی بات ابھی ختم نہ ہوئی تھی کہ ایک تیز گرج دار
روشنی کے ساتھ شہزادی سامنے آگئی۔

" تم نے اپنا وعدہ توڑ دیا تم نے روپے صرف اپنے اوپر

خرچ نہیں کیے"

"یہ بوڑھا مجھ سے زیادہ ضرورت مند تھا اس لیے میں نے اسے سب کچھ دے دیا۔ کوئی بات نہیں میں اور کما لوں گا"

شہزادی یہ سُن کر غائب ہو گئی۔

بوڑھا اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا اور کہنے لگا "بیٹے یہ بھی تمہارا امتحان تھا۔ تم نے دیکھا کہ روپیہ ہی صرف خوشی نہیں بخشتا بلکہ کام اور تندرستی۔ روپیہ کسی کام کی چیز نہیں۔ اصل خوشی محنت میں ہے۔ یہ یاد رکھو کہ محنت ہی میں راحت ہے۔

لوٹک واپس آیا تو وہ خوش اور مطمئن تھا۔ اگلی صبح وہ اُٹھا۔ اس کی جیب میں ایک پیسہ نہ تھا۔ اُس نے صرف دس سکّے اپنے اوپر صرف کیے تھے اور باقی بوڑھے کو دے دیے تھے لیکن اُسی وقت سے اُس کی قسمت پلٹ گئی اُس نے سخت محنت شروع کی اور وہ ترقی کرتا رہا اور آخر کار ایک دُکان کا مالک بن گیا اس کے پاس دولت کے ڈھیر تھے جو اس نے اپنی محنت سے کمائے تھے۔

اس سنہری بطخ کے بارے میں پھر کسی نے کچھ نہ سُنا کیونکہ وہ بطخ ایک گُمائی تھی جو صرف اپنے بارے میں سوچنے دیتی تھی اور دوسروں کی مدد سے ہٹاتی تھی۔

عجیب باجا

بہت زمانہ گذرا منگو لیا کے دور علاقہ میں ایک چرواہا رہا کرتا تھا یہ چرواہا منگول نسل کا تھا۔ اُس کے پاس پچیس بھیڑیں تھیں۔ یہ ان بھیڑوں کی رکھوالی کرتا۔ دن بھر گھومتا اور شام کو اپنی کٹیا میں آجاتا۔ اُس کے ساتھ اُس کی دادی بھی رہتی تھی جس نے اُس کے ماں باپ کے مرنے کے بعد اُس کو پال پوس کر بڑا کیا تھا۔ اس چرواہے کا نام چوہو تھا۔ چوہو کو گانے کا بہت شوق تھا وہ بھیڑیں چراتا رہتا اور گانا گاتا رہتا اُس کی آواز اتنی سُریلی تھی کہ لوگ اُس کی آواز پر جھوم جھوم جاتے۔

ایک دن چوہو اپنے گھر واپس آرہا تھا۔ راستہ میں اُسے ایک گھوڑے کا بچّہ دکھائی دیا۔ بچّہ اکیلا تھا۔ چوہو کو یہ بچّہ بہت پیارا لگا اُس نے اسے اُٹھا لیا اور اپنے گھر لے آیا۔ بچّہ اتنا

خوبصورت تھا کہ جب وہ گھر پہنچا تو سب نے اُسے گھیر لیا۔ سب چرواہے اُس بچّہ کی تعریف کرنے لگے۔ بچّہ بالکل سفید تھا۔ چوہو اُسے پالنے لگا۔ وہ بھیڑوں کے ساتھ ساتھ اُسے بھی لے جاتا اور اُس کی دیکھ بھال کرتا۔ وقت گزرتا گیا چوہو جوان ہوگیا اور اُس کا گھوڑا بھی بڑا ہوگیا۔ بڑا ہوکر گھوڑا اور بھی خوبصورت نکل آیا۔ وہ بڑا خوبصورت اور طاقتور تھا۔ چوہو جب اُس پر بیٹھتا تو وہ آسمان سے باتیں کرنے لگتا۔ دونوں کسی وقت ایک دوسرے سے جُدا نہ ہوتے۔ چوہو کی ایک آواز پر گھوڑا دوڑ کر آتا اور اس کے پَیر چاٹنے لگتا۔

ایک دن چوہو سورہا تھا کہ گھوڑے کی ہنہناہٹ سے اُس کی آنکھ کُھل گئی وہ فوراً بستر پر سے اترا اور باہر دوڑا اُس نے دیکھا کہ ایک بھیڑیا اُس کی بھیڑوں کو پھاڑ کھانے کے لیے حملہ کررہا ہے لیکن گھوڑے نے اُسے روک رکھا ہے۔ اس میں گھوڑا زخمی بھی ہوگیا۔ بھیڑیے نے چوہو کو دیکھا تو بھاگ کھڑا ہوا چوہو فوراً گھوڑے پر سوار ہوا اور تیزی سے اُس کا پیچھا کرنے لگا پلک جھپکتے ہی گھوڑے نے بھیڑیے کو پکڑلیا چوہو نے رسّی کا پھندا بناکر بانس کی مدد سے بھیڑیے کی گردن میں ڈالا اور اُسے گھسیٹ لیا۔

بھیڑیے کی گردن میں رسّی کا پھندا پڑا تو بھیڑیا گر پڑا۔ چوہو نے اُسے وہیں مار ڈالا۔ اب چوہو کو اپنے گھوڑے سے اور بھی زیادہ پیار ہوگیا۔

کچھ دن بعد قریب کے بادشاہ نے اعلان کیا کہ وہ اپنی لڑکی کی شادی کے لیے ایک گھوڑ دوڑ کا مقابلہ کرنا چاہتا ہے اس مقابلہ میں جو نوجوان اوّل آئے گا بادشاہ اُسی سے اپنی بیٹی کی شادی کرے گا۔ چوہو نے سوچا وہ بھی اپنی قسمت آزمائے۔ وہ بھی اپنے گھوڑے کو لے کر جا پہنچا۔

وقت پر گھوڑدوڑ شروع ہوئی۔ چوہو نے بھی اپنا پیارا گھوڑا بڑھا دیا۔ گھوڑا ہوا سے باتیں کرنے لگا اور آخرکار اُس نے سب گھوڑوں کو پیچھے چھوڑ دیا وہ جیت گیا تھا۔ سرکاری طور سے اس کے جیتنے کا اعلان کردیا گیا۔ جب چوہو بادشاہ کے دربار میں پہنچا تو بادشاہ اُسے دیکھ کر حیران رہ گیا وہ تو یہ سمجھ رہا تھا کہ اس دَوڑ کو کسی ملک کے شہزادے نے جیتا ہے، اُس کے دل میں بے ایمانی آنے لگی۔ وہ اپنی لڑکی کی شادی ایک چرواہے سے کس طرح کرسکتا تھا۔ بادشاہ بجائے اس کے کہ وہ شہزادی سے شادی کی بات کرتا چوہو سے اُس کا گھوڑا مانگنے لگا۔ چوہو نے گھوڑا

دینے سے انکار کر دیا۔ بادشاہ کو بہت غصّہ آیا اور اُس نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ چوہو کو پکڑلیں اور گھوڑا چھین لیں۔ چوہو نے سپاہیوں کا مقابلہ کیا مگر جلد ہی سپاہیوں نے اُسے زخمی کر کے پکڑلیا اور اس کا گھوڑا چھین لیا۔

چوہو کے دوست جو اُس کے ساتھ آئے تھے اُسے اُٹھا کر گھر لے گئے۔ بادشاہ کو شام کو گھوڑے کی سواری کا خیال آیا اور اُس نے چوہو کے گھوڑے کو تیار کرایا۔ گھوڑا آیا لیکن جیسے ہی بادشاہ اُس گھوڑے پر بیٹھ رہا تھا اُس نے بادشاہ کو پٹخ دیا اور وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ بادشاہ کو بہت غصّہ آیا اور اُس نے حکم دیا کہ اس گھوڑے کو پکڑلو اور اگر ہاتھ نہ آئے تو اسے تیروں سے چھلنی کردو۔ گھوڑا کیا ہاتھ آتا البتہ سپاہیوں نے اُس پر تیروں کی بارش کر دی اور گھوڑا سخت زخمی ہوگیا۔ جب گھوڑا چوہو کے پاس جاپہنچا۔ اُس کی حالت دیکھ کر چوہو اپنے زخم بھول گیا اور اُس سے لپٹ لپٹ کر رونے لگا۔ تھوڑی ہی دیر میں گھوڑے نے دم توڑ دیا۔ چوہو کو اس کا اتنا غم ہوا کہ اُس نے کھانا پینا چھوڑ دیا۔

اگلے دن جب وہ غم سے نڈھال پیڑ کے نیچے سو رہا تھا اُس نے اپنے گھوڑے کو خواب میں دیکھا۔ گھوڑے نے کہا۔

مالک تم میری ہڈیوں اور نسوں سے ایک باجا بنالو اور اُسے
بجایا کرو۔ جب جب تم باجا بجاؤ گے میں تمہارے پاس رہونگا
اور اس طرح تم کبھی اپنے آپ کو اکیلا محسوس نہیں کروگے۔
چوبو کی آنکھ کھُلی تو اُس نے فوراً اپنے گھوڑے کی بات پر
عمل کیا۔ اُس نے ایک باجا بنایا جس کے ایک سرے پر اُس
گھوڑے کا مُنہ لگا ہوا تھا۔ چوبو جب بھی باجا بجاتا تو اُسے
ایک طرف بادشاہ کا ظلم یاد آتا تو دوسری طرف اپنا گھوڑا
فضاؤں میں اُڑتا نظر آتا۔ بعد میں اس باجے کو ماتوچن کہا جانے لگا۔
ماتوچن کے معنی گھوڑے کے سر والا باجا ہوتا ہے۔ یہ باجا
سارنگی کی طرح ہوتا ہے اور چین میں منگول قوم کے چرواہوں
کا پسندیدہ باجا ہے۔ آج بھی جب یہ چرواہے اس باجے کو
بجاتے ہیں تو اس کی مدھ بھری آواز سے سب دن بھر کی تھکن
بھول جاتے ہیں۔

انوکھی محبت

ایک شخص کے تین بیٹے تھے۔ وہ ان تینوں بیٹوں سے بہت محبت کرتا تھا اس شخص کے پاس کوئی دولت نہ تھی صرف ایک مکان تھا وہ اپنے بیٹوں سے اس طرح محبت کرتا تھا کہ یہ طے نہ کرپاتا تھا کہ مکان کا وارث کسے بنائے۔ وہ یہ بھی چاہتا تھا کہ اُن میں سے کسی کے ساتھ زیادتی نہ ہو۔ آخر اُس نے ایک تدبیر سوچی۔ اُس نے تینوں بیٹوں کو پاس بلایا اور ان سے کہا۔

دیکھو دنیا میں ہر شخص کو کچھ نہ کچھ کرنا ہوتا ہے۔ تم بھی اپنے لیے کوئی کام سوچ لو اور جاکر ہُنر سیکھو۔ جو کوئی اپنے ہُنر میں نام پیدا کرے گا یہ موروثی مکان اُسی کو دیا جائے گا۔ تینوں بھائی اس بات پر تیار ہوگئے۔ آپس میں بات چیت کرنے کے

بعد بڑے بیٹے نے لوہار منجھلے بیٹے نے حجام اور چھوٹے نے شمشیرزن بننے کا ارادہ کیا۔ تینوں ایک ساتھ گھر سے روانہ ہوئے اور انھوں نے یہ طے کیا کہ سب ساتھ ہی لوٹیں گے۔

تینوں اپنے اپنے ہُنر کو سیکھنے کے لیے اُستاد تلاش کرنے لگے۔ آخر تینوں کو بہترین اُستاد مل گئے اور انھوں نے اپنا کام سیکھنا شروع کردیا۔ کچھ دن کے بعد انھوں نے کام سیکھ لیا۔ لوہار اپنے فن کے کمال میں اتنا مشہور ہوا کہ بادشاہ کے خاص گھوڑے کے نعل اُسی سے بندھوائے جانے لگے۔

جس بھائی نے تلوار چلانے کا فن سیکھا تھا۔ اُس نے پوری محنت کے ساتھ اپنے فن کو کمال تک پہنچا دیا۔ حجام بھائی نے بھی نام پیدا کرلیا۔ شہر بھر کے لوگ اُسی سے حجامت بنوانے لگے۔

ہر بھائی اپنے ہُنر کو سیکھنے کے بعد یہی سمجھ رہا تھا کہ اُس نے ہی کمال حاصل کیا ہے اور اب یہ گھر اسی کو ملے گا۔

مقررہ وقت پر تینوں بھائی گھر واپس آئے اور اپنے باپ کو اپنے ہُنر کے بارے میں بتایا۔ باپ نے اُن سے اپنے فن کے مظاہرہ کے بارے میں بات کی ابھی وہ بات ہی کررہے تھے کہ

اتنے میں ایک خرگوش جھاڑی سے نکل کر آیا۔ حجام بھائی نے کہا دیکھو میں اپنا کمال دکھاتا ہوں۔ خرگوش بھاگتا بھاگتا جب ان کے پاس سے گزرا تو اُس نے اُس کی مونچھ اتنی صفائی سے صاف کر دی کہ سب حیران رہ گئے۔ باپ نے اُسے شاباشی دی اور کہا کہ تمہارے دونوں بھائی بھی اپنے کمال دکھا دیں تو پھر میں اس گھر کا فیصلہ کروں گا۔

تھوڑی دیر گذری تھی کہ اُدھر سے ایک بگھی آتی دکھائی دی۔

اب میں بھی اپنا کمال دکھادوں۔ یہ کہہ کر وہ بھائی جو لوہار کا کام جانتا تھا کود کر بگھی پر بیٹھ گیا اور تھوڑی دیر ہی میں بھاگتے ہوئے گھوڑے کے چاروں نعل نکال کر نئے نعل ٹھونک دیے۔

"واقعی تم نے تو کمال کر دیا" باپ نے بے اختیار ہو کر کہا لیکن ابھی میں فیصلہ نہیں کر سکتا اس لیے کہ تیسرا بھائی باقی ہے۔

ایک گھنٹہ بھی نہ گذرا تھا کہ بوندا باندی شروع ہو گئی۔ اُس نے اپنی تلوار نکالی اور اُسے اِس طرح اپنے سر کے اوپر

گھمانے لگا کہ اُس کے جسم پر ایک قطرہ بھی پانی نہ گر سکا وہ بڑے زور سے تلوار چلا رہا تھا۔ وہ ایسا چل رہا تھا کہ یہ معلوم ہو رہا تھا کہ اُس کے سر پر چھتری لگی ہوئی ہے۔

اُس کے باپ کو بہت تعجب ہوا۔ اُس نے کہا "تم نے تو واقعی کمال کر دیا، یہ مکان تمھارا ہے"

دونوں بھائی بھی یہ کمال دیکھ کر خوش ہوگئے اور اپنے بھائی کی دل کھول کر تعریف کرنے لگے۔ سب ایک دوسرے سے محبّت کرتے تھے اس لیے سب نے طے کیا کہ وہ ساتھ ہی رہیں گے۔ چند دن میں ہی اُن کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ انھوں نے خوب دولت کمائی۔ گھر بسائے مگر کسی نے ایک دوسرے کا ساتھ نہ چھوڑا۔

وقت کے ساتھ ساتھ سب بوڑھے ہوگئے۔ایک دن ایک بھائی بیمار پڑ گیا اور کچھ دن بعد مر گیا۔ دونوں بھائی اتنے غمزدہ ہوئے کہ وہ یہ صدمہ نہ سہہ سکے اور وہ بھی ختم ہوگئے۔ لوگوں نے جب اُن کی محبّت کا یہ حال دیکھا تو سب کو ساتھ دفن کر دیا۔

سمندر کی شہزادی

یروشما ایک خوبصورت اور رحم دل لڑکا تھا یہ جاپان کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں رہتا تھا۔ یہ گاؤں سمندر کے کنارے تھا اس لیے وہ مچھلیاں پکڑ کر اپنا گذر کیا کرتا تھا۔ ایک دن یروشما مچھلیاں بیچ کر اپنے گھر واپس جارہا تھا کہ اُس نے کچھ لڑکوں کو دیکھا جو ایک کچھوے کو پکڑے ہوئے تھے اور اس پر اینٹ پتھر مار رہے تھے۔ یروشما کو یہ بہت بُرا لگا اُس نے لڑکوں سے کہا " میرے دوستو تم اس بے زبان کو کیوں پریشان کررہے ہو۔ اس کچھوے کو میرے ہاتھ بیچ دو۔ میں اس کے بدلہ میں تمھیں پیسہ دے دوں گا۔" اس نے اُن لڑکوں سے اس کچھوے کو خرید لیا۔ جب بچّے چلے گئے تو وہ ہنس کر کچھوے سے بولا "چلیے آپ کو پانی میں چھوڑ دیا جائے مگر دیکھو پھر ان شریر بچّوں کے ہاتھ

نہ پڑ جانا۔" اُس نے کچھوے کو گود میں لیا اور پھر سمندر میں پانی میں چھوڑ دیا۔

اُس دن یروشما بھوکا سویا جو کچھ پیسے اُس کے پاس تھے وہ سب ختم کرچکا تھا۔ سب پیسے لڑکوں کو بانٹ چکا تھا مگر اس پر بھی وہ خوش تھا۔ دوسرے دن وہ پھر سمندر پر گیا اور مچھلیاں پکڑنے لگا۔ وہ ابھی بیٹھا ہی تھا کہ کسی نے اُسے آواز دی اس نے چاروں طرف دیکھا کوئی دکھائی نہ دیا آواز پھر آئی۔ اُس نے پھر اِدھر اُدھر دیکھا۔ سامنے وہی کچھوا تھا۔ کچھوے نے کہا "کل تم نے میری جان بچائی تھی اس لیے شکریہ ادا کرنے آیا ہوں کیا تم سمندر کی سیر کرنا چاہتے ہو۔ ہمارے بادشاہ کا محل دیکھوگے تو حیران رہ جاؤگے۔" یروشما دل میں بہت خوش ہوا اور فوراً تیار ہوگیا۔ کچھوے نے اُسے اپنی پیٹھ پر بٹھا لیا اور سمندر میں اتر گیا۔ شاہی محل آتے ہی یروشما اُتر پڑا۔ وہاں ایک مچھلی اس کے دروازہ پر کھڑی تھی اُس نے یروشما کو سلام کیا۔ کچھوے نے کہا "یہ جاپان کے عظیم آدمی ہیں اندر لے جاؤ۔"

"جیسے آپ کا حکم" مچھلی بولی اور یروشما کو شاہی محل میں

لے گئی ۔ پاتال نگری کی عمارتیں ۔ ہرے ۔ نیلے پتھروں سے بنائی گئی تھیں شاہی محل بہت خوبصورت تھا ۔ یروشا وہاں کے باغ میں گیا تو باغ کی خوبصورتی دیکھ کر حیرت میں پڑ گیا ابھی وہ یہ سب کچھ دیکھ دیکھ کر حیران ہی ہورہا تھا کہ اُس نے ایک شہزادی کو آتے دیکھا وہ رنگ برنگی لونگ پہنے ہوئے تھی وہ یروشا کے قریب آئی اور بولی " میں آپ کی بہت شکر گذار ہوں اور آپ کا احسان زندگی بھر نہیں بھول سکتی ۔ میں پاتال دیس کی شہزادی ہوں ۔ اپنے والد کے حکم سے سال کے آخری دن سب بچوں کو کچھوے کی شکل اختیار کرکے زمین پر جانا پڑتا ہے ۔ میں جب کل سمندر سے باہر نکلی تو لڑکوں نے مجھے پکڑلیا ۔ آپ نے مجھے بچالیا میں کس طرح آپ کا شکریہ ادا کروں "

شہزادی یروشا کو اپنے باپ کے پاس لے گئی ۔ انھوں نے اسے بہت عزت سے بٹھایا ۔ بادشاہ نے شہزادی سے پوچھا کہ اگر وہ یروشا سے شادی کرنا چاہے تو وہ تیار ہے ۔ دونوں کی شادی دھوم دھام سے ہوگئی ۔

دونوں آرام سے زندگی گذارنے لگے لیکن کچھ دنوں بعد یروشا کو اپنے ماں باپ کی یاد ستانے لگی ۔ وہ اُداس ہوگیا

اُس نے شہزادی سے جاپان جانے کی ضد کی۔ شہزادی نے اجازت دے دی اور وہ خود سمندر کے کنارے اُسے چھوڑ گئی۔ جب شہزادی رخصت ہونے لگی تو اُس نے یروشما کو ایک سونے کی ڈبیہ دی اور کہا "یہ ڈبیہ اپنے پاس رکھو لیکن اسے کبھی کھولنا مت اور تم نے اُسے کھولا تو تم پر مصیبت آجائے گی اور پھر تم مجھ سے کبھی نہ مل سکوگے" یروشما اپنے گاؤں آگیا۔ گاؤں بہت بدل چکا تھا جہاں اس کی جھونپڑی تھی وہاں اب ایک بنگلہ بنا ہوا تھا یروشما یہ سب دیکھ کر حیران تھا اُس نے ایک آدمی سے پوچھا۔ اس آدمی نے اُس کی طرف حیران حیران نظروں سے دیکھا پھر بولا "ارے میاں یروشما تو سُنا ہے کشتی سمیت کہیں غائب ہوگیا تھا۔ اُس کی کہانی ہمارے استاد ہمیں سناتے ہیں اس بات کو تین سال ہوچکے ہیں"

یروشما نے کہا "حضور میں ہی یروشما ہوں یہاں میری ہی جھونپڑی تھی مجھے گھر چھوڑے چند ہی برس گذرے ہیں"

یہ سُن کر وہ آدمی بھاگ کھڑا ہوا۔ تم کوئی بھوت ہو۔

یروشما کو اپنی جان پہچان کا کوئی آدمی نہ ملا اس کے ماں باپ مرچکے تھے دوست احباب سب ختم ہوچکے تھے وہ بہت

دُکھی ہوا۔ شہزادی کے پاس فوراً لوٹ کر جانے کو بھی اُس کا دل نہ چاہا اُس نے غم میں اس ڈبیہ کو کھولا اس میں سے فوراً دُھواں نکلنا شروع ہوا اور دُھواں جیسے ہی یروشا تک پہنچا وہ یکایک بوڑھا ہوگیا۔ وہ سمندر کے کنارے اُداس بیٹھ گیا اتنے میں سمندر کی ایک تیز لہر آئی اور یروشا اس لہر کے ساتھ سمندر میں غائب ہوگیا۔

پری کی بخشش

بہت زمانہ گذرا۔دور جنگل میں ایک لکڑہارا اور اس کی بیوی رہا کرتے تھے۔ ان کا ایک چھوٹا سا جھونپڑا تھا۔لکڑہارا بہت محنتی تھا اپنی محنت سے وہ لوگ اپنا گھر چلاتے تھے۔ اُن کے پڑوسی بہت امیر تھے اور عیش کی زندگی گذارتے تھے لیکن لکڑہارا اور اُس کی بیوی کو اپنی گذر کرنے کے لیے دن رات کام کرنا پڑتا تھا۔

ایک دن لکڑہارا آگ کے سامنے بیٹھا ہوا اپنے ہاتھ سینک رہا تھا۔ اُس کی بیوی موزے بن رہی تھی۔ دونوں اپنی قسمت کا تذکرہ کررہے تھے۔ لکڑہارے کی بیوی امیر بننا چاہتی تھی اُس نے کہا "اگر میرے پاس وہ سب کچھ ہوتا جو میں چاہتی ہوں تو سب پڑوسیوں سے زیادہ اچھی زندگی گذارتی"

"ہاں یہ تو ہے۔" اُس کے شوہر نے کہا "کیا اچھا ہوتا کہ ہم پریوں کے دیس میں ہوتے۔ ایک پری ہمیں ملتی ہم اس سے اپنی بہت سی خواہشات کا تذکرہ کرتے اور وہ ہمیں سب کچھ دے دیتی۔"

بیوی بولی "ہماری ایسی قسمت کہاں کہ ہمیں پری مل جائے۔"

لکڑہارے کی بیوی کے منہ سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے کہ ایک خوبصورت پری سامنے آکھڑی ہوئی۔

"تم مجھے یاد کررہی تھیں۔ میں حاضر ہوں تمہیں کیا چاہیے۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ تم تین مرتبہ جو خواہش بھی کروگے وہ خواہش پوری کی جائے گی۔" یہ کہہ کر وہ پری غائب ہوگئی۔

لکڑہارا اور اُس کی بیوی حیران تھے وہ جو بات مذاق میں کہہ رہے تھے وہ سب سچ ہوگیا۔ اب اُن کے سامنے یہ سوال تھا کہ وہ کیا خواہش کریں۔

بیوی بولی "اگر تم یہ سب مجھ پر چھوڑ دو تو میں سوچ کر بتاؤں کہ کیا مانگا جائے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ دولت سے بہتر کوئی چیز نہیں کہ یہ دولت انسان کو بڑا بنا دیتی ہے۔ اونچی سوسائٹی

میں شامل ہونے کے لیے روپیہ بہت ضروری ہے "

" واہ یہ بھی کوئی بات ہوئی۔ تم امیر ہو بھی گئیں تو بیمار ہو سکتی ہو۔ نوجوانی میں مر سکتی ہو۔ ڈاکو تمہاری دولت چُرا سکتے ہیں اس لیے عقل مندی اس میں ہے کہ ہم صحت و سلامتی اور لمبی عمر کی خواہش کریں "

" اگر ہم غریب ہیں تو لمبی عمر کا کیا ہوگا ؟ کیا میں پوچھ سکتی ہوں ؟ ہمیشہ مصیبت میں گرفتار رہیں گے۔ پری نے ہمارے ساتھ زیادتی کی مجھ سے تو وہ ایک درجن خواہش پورا کرنے کا وعدہ کرتی تو کچھ بات بھی بنتی۔ مجھے تو بہت سی چیزوں کی ضرورت ہے "

" ٹھیک ہے ہم کل تک سوچ لیں اور طے کرلیں۔ جلد آگ جلاؤ "

بیوی نے لکڑیاں لیں اور آگ جلانی شروع کردی۔ آگ بہت تیز جل رہی تھی۔ وہ غیر محسوس طریقہ پر سوچنے لگی۔ کیا اچھا ہوتا کہ رات کے کھانے میں کباب ہوتے "

اس کی زبان سے یہ بات نکلی ہی تھی کہ سامنے کباب آکر رکھے گئے۔

لکڑہارے نے جب یہ دیکھا تو سر پکڑ کر بیٹھ گیا لالچی عورت

تمہاری لالچ نے یہ دن دکھایا تم نے ایک خواہش کا گلا گھونٹ دیا اب صرف دو باقی ہیں۔ میرا جی تو یہ چاہتا ہے کہ یہ سب کباب تمہارے پر پھینک دوں" جیسے ہی اس کی زبان سے یہ الفاظ نکلے کباب لکڑہارے کی بیوی کے سر پر چپک گئے۔ یہ دیکھ کر دونوں پریشان ہوگئے۔ دونوں ایک دوسرے پر غصہ کرنے لگے۔

پیاری بیوی میں نے جو کچھ کہا میں قسم کھاکر کہتا ہوں وہ بغیر سوچے سمجھے کہا۔ میں اتنا غصہ میں تھا کہ تم نے ایک خواہش کو ختم کردیا۔ اب کیا کروں۔

میں کچھ نہیں جانتی اپنے آپ کو ختم کرلوں گی اب بھی ایک خواہش باقی ہے یا تو اس خواہش کو مجھے کہنے دو ورنہ میں کھڑکی سے کود کر مرجاؤں گی۔ وہ جیسے ہی کھڑکی کے سامنے دوڑی لکڑہارے نے اُسے پکڑلیا وہ اُس سے بہت محبت کرتا تھا۔رک جاؤ رُک جاؤ تم جو چاہو مانگ لو مجھے کوئی مطلب نہیں۔

ٹھیک ہے میں چاہتی ہوں یہ کباب میرے سر سے الگ ہوجائیں۔ کہتے ہی کباب زمین پر گر پڑے۔

پری نے ہمیں بے وقوف بنایا اور اس نے ٹھیک ہی کیا

شاید اگر ہم امیر ہو جاتے تو زیادہ پریشان ہوتے ۔ یقین کرو کہ یہی بہتر ہے زندگی میں جو کچھ ہے اس پر قناعت کریں ۔ اچھا چلو یہی کھالو کیونکہ اب ہمارے پاس کچھ کھانے کو نہیں ۔ انھوں نے وہ سب کھالیا اور بغیر کل کی خبر کیے ہوئے سو گئے انھوں نے سوچا کہ ان کی قسمت اُن کے ہاتھ میں ہے اور جو کچھ قسمت سے ملے گا وہی اُن کا اپنا ہے ۔

کوٹ کی خاطر

بہت زمانہ گذرا ایک غریب آدمی رہتا تھا اس کا نام ناصرالدین تھا۔ وہ غریب تو تھا مگر بہت عقلمند اور پُرمذاق آدمی تھا۔ وہ اپنے گاؤں میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا وہ اپنے علاقہ میں لوگوں کو تعلیم دیتا تھا اور سب ایک استاد کی حیثیت سے اُس کی عزت کرتے تھے۔ وہ سادہ زندگی گذارتا تھا جب وہ پڑھاکر فارغ ہوتا یا نماز ختم کرتا تو باقی وقت میں اپنے باغ میں کام کرتا رہتا۔ اُسے دنیا کی کسی چیز کی پرواہ نہیں تھی۔

ایک شام جب ناصرالدین اپنے خچر پر سوار ہوکر اپنے گھر واپس جارہا تھا اُسے اپنا ایک پڑوسی ملا جو بہت ہی خوبصورت لباس میں ملبوس تھا اور کہیں جانے کی جلدی میں تھا۔

— خوش آمدید میرے دوست ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم

کسی بڑی محفل میں شرکت کے لیے جا رہے ہو۔ ارے تو کیا آپ بھول گئے آج تو ہلال سوداگر کے یہاں دعوت ہے اور اس میں تو آپ بھی مدعو ہیں۔ دیکھو شام ڈھل رہی ہے اور دیر ہو رہی ہے۔

خدا معاف کرے میں تو بالکل ہی بھول گیا تھا خیر کوئی بات نہیں میں اب ایسے ہی جاتا ہوں یہ کہہ کر ناصرالدین نے اپنے خچر کا مُنہ موڑا اور ہلال کے گھر کی طرف موڑ دیا وہ بڑا خوش خوش ہلال کے گھر داخل ہوا اور مہمانوں سے گھلنے ملنے لگا لیکن باوجود اس کے کہ ناصرالدین نے اپنے دوستوں سے مذاق اور تفریح کی باتیں کیں لیکن سارے دوست اس کو نظر انداز کر رہے تھے سب سے بڑی بات یہ تھی کہ میزبان نے بھی اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ جب کھانا پیش ہوا اور سب کو میزوں پر بٹھایا گیا تو ناصرالدین کو کسی نے نہ پوچھا۔

ہلال میرے دوست تم نے آج کس قدر شاندار دعوت کی خدا تمھیں اپنی نعمتوں سے نوازے۔ اس دعا کا بھی ہلال پر کوئی اثر نہ ہوا ناصرالدین ایک دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا اُس پر اُداسی کی کیفیت طاری ہو گئی وہ اس قسم کے برتاؤ کے بارے

میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا اس نے اپنی حالت پر نظر ڈالی کپڑوں پر اِدھر اُدھر پیوند لگے تھے۔ جوتوں پر دھول پڑی تھی وہ خاموشی سے وہاں سے بھاگ آیا۔

گھر آتے ہی اُس نے مُنہ ہاتھ دھویا اپنا بہترین لباس نکالا اب وہ ایک شہزادہ لگ رہا تھا۔ وہ پھر سوداگر کے یہاں روانہ ہوا۔ وہ جیسے ہی داخل ہوا ہر شخص کی نظریں اس پر اُٹھ رہی تھیں جیسے ہی ہلال کی نظر اُس پر پڑی وہ دیکھتا رہ گیا اُس نے آگے بڑھ کر اُس کا استقبال کیا اور اُسے سب سے اچھی جگہ پر بٹھایا اب یہ حال تھا کہ ہر شخص اُس سے ہی بات کرنے کی کوشش کررہا تھا۔ کھانا لگا ہوا تھا ناصرالدین نے قاب میں سے ایک بوٹی اُٹھائی اور اسے مُنہ میں رکھنے کی بجائے اپنے کوٹ کی جیب میں ڈال لیا۔ اے کوٹ لے کھانا کھا یہ کہہ کر اُس نے اپنے کپڑوں کو کھانا کھلانا شروع کردیا۔ پلاؤ بہت لذیذ ہے لو اے کپڑوں تم یہ پلاؤ کھاؤ۔

ہلال کو اس کی بہت فکر ہوئی " اس کا کیا مطلب ہے"
"یہ کیا مذاق ہے میں یہ سب پسند نہیں کرتا " ہلال نے غصے سے کہا۔

ناصرالدین نے ہلال کی طرف دیکھا اور کہا تم نے کھانے پر
مجھے تو بلایا نہیں اس کوٹ کو بلایا تھا۔ میں جب آیا تو مجھ
سے کسی نے بات بھی نہ کی اور اِن کپڑوں کو پہن کر آیا تو ہر
شخص خاطر کر رہا ہے اس کا مطلب ہے کہ تم نے دراصل کپڑوں
کی دعوت کی تھی کیونکہ تم نے ان کو پہننے کے بعد ہی میری خاطر کی
اب میں انھیں کھانا کھلا رہا ہوں تو تم ناراض ہو۔ میں تو وہی
جب تھا جو اب ہوں پھر تم نے اس وقت میری طرف کیوں نہ
دیکھا۔ ساری محفل شرمندہ ہوگئی اور سب نے اس سے معافی
مانگی۔

خزانہ کیسے ملا

بہت دن ہوئے دمشق میں ایک شخص رہا کرتا تھا اس کا نام زین العرب تھا۔ وہ بہت غریب تھا۔ بھوک سے اپنے خاندان کو بچانے کے لیے اُسے بڑی محنت کرنی پڑتی تھی۔ وہ اتنی سخت محنت کرتا تھا کہ وہ ہمیشہ تھکا رہتا تھا۔ اُس نے محنت کرکے جو کمایا اس میں سے کچھ روپیہ بچانا شروع کردیا۔ جب اس کے پاس کچھ روپیہ جمع ہوگیا تو اُسے یہ فکر ہوئی کہ وہ اس روپیہ کو کس طرح چھپائے۔ آخر اس نے اس روپیہ کو ایک پیڑ کی کھوہ میں چھپانے کا ارادہ کیا۔ اُس نے جس پیڑ کے نیچے روپیہ چھپایا اس پیڑ کو اچھی طرح یاد کرلیا۔ اس طرح اُسے چین بھی نصیب ہوا اور وہ خوش و خرم رہنے لگا۔ اس کی خوشی چند روز ہی کی تھی۔ رفتہ رفتہ اُسے اپنا روپیہ یاد آنے لگا

وہ اپنے روپیہ کو دیکھنا چاہتا تھا۔ اُس نے طے کیا کہ وہ جاکر اپنا خزانہ دیکھے گا۔ رات ہوتے ہی وہ چل پڑا۔ وہ بار بار پیچھے دیکھتا جاتا کہ کہیں کوئی اور اُسے دیکھ تو نہیں رہا کوئی اُس کا پیچھا تو نہیں کررہا۔ وہ اس پیڑ پر پہنچا اُس نے اپنا خزانہ دیکھا۔ وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ اس نے اِدھر اُدھر دیکھا مگر کسی طرف بھی کسی چیز کی اُمید نظر نہیں آئی اُس نے ایک مرتبہ پیڑ کو دیکھا۔ وہ سخت حیران ہوا اُسے پیڑ کے مقام کی ایک ایک چیز یاد تھی۔ اُسے اپنی دنیا ویران نظر آنے لگی۔

زین العرب نہ سمجھ سکا کہ وہ کیا کرے؟ وہ اپنا خزانہ کس جگہ سے تلاش کرنا شروع کرے وہ سوچتا رہا وہ اپنا دُکھ کسی سے کہہ بھی تو نہیں سکتا تھا۔ اس نے سوچا کہ اس سلسلہ میں شہر کے سب سے عقل مند آدمی سے بات کی جائے۔ عقل مند آدمی نے اُسے دیکھا تو کہنے لگا "ارے یہاں تمھیں کیا چیز دُکھ دے رہی ہے۔ تم کافی بدل گئے ہو۔ تمھاری صحت گرتی جارہی ہے" اُس کی باتیں سُن کر زین کا دِل بھر آیا اُس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔

"میرے عزیز دوست۔ میں برباد ہوگیا۔ بدقسمتی نے مجھے

آگھیرا۔ میں اگر تم سے اپنے دل کا دُکھ کہوں تو تمہیں بھی دُکھی کروں گا۔"
اس عقل مند آدمی نے اس طرح بات کی کہ اُسے اپنے دِل کی بات
کہنے پر مجبور کردیا۔" یہ بہت دکھ کی بات ہے تمہارا روپیہ پانا
بہت مشکل ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی تمہیں دیکھ رہا تھا
اور اس نے تمہارے جاتے ہی اُسے نکال لیا۔ خُدا سب کچھ دیکھتا
ہے جس نے ایسا کیا اُسے دوسری دنیا میں اس کا بدلہ ملے گا۔"
اس آدمی کی اس سے تسلی نہ ہوئی اُسے اس دنیا کی فکر تھی
دوسری دنیا کی نہیں۔ وہ آپس میں بات کر ہی رہے تھے کہ
ایک نیم پاگل اِدھر سے گذرا اس نے انھیں باتیں کرتے دیکھا
تو بولا۔ "بچو کیا بات ہے تم کیا بات چیت کررہے ہو تم کیوں
پریشان ہو مجھے بتاؤ میں تمھاری مدد کروں گا۔" زین العرب
نے سوچا کہ وہ اس سے کیا رونا روئیں مگر اس کے دوست
نے کہا کہ کبھی کبھی نیم پاگل بھی پتہ کی بات کہہ جاتے ہیں اُسے
اپنا دُکھ بتاؤ۔" زین العرب نے اُسے اپنی کہانی کہہ دی۔ وہ
آدمی تھوڑی دیر چپ رہا پھر بولا کہ جو شخص دوا کے لیے اس
کی چھال لے گیا خزانہ اُسی کو ملا۔ یہ سُن کر زین العرب نے بستی
کی راہ لی۔ اس نے تمام جراحوں کی دُکانوں کے چکر لگائے

اور پوچھا کہ کسی نے کسی مریض کے لیے اس پیڑ کی چھال تو نہیں بتائی۔ آخر ایک جرّاح کے یہاں یہ معلوم ہوا کہ فلاں شخص کو اس پیڑ کی چھال کی ضرورت تھی۔ زین العرب اس کے گھر گیا اور اُس سے تمام ماجرا کہہ سُنایا۔ وہ سخت حیران تھا لیکن اس سے زین العرب کی حالت نہ دیکھی گئی اور اس نے قبول کرلیا کہ وہ خزانہ نکال کر لایا ہے اس نے وہ تمام روپیہ اُسے واپس کر دیا۔ زین العرب خوش خوش گھر واپس آگیا اور پھر اُس نے روپیہ کو کبھی چھپانے کی کوشش نہ کی۔

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کی چند مطبوعات

نوٹ: طلبہ واساتذہ کے لیے خصوصی رعایت۔ تاجران کتب کو حسب ضوابط کمیشن دیا جائے گا۔

جنگل کی کہانی

مصنف : رمیش نارائن تیواری
مترجمہ : زینت شہریار
صفحات : 94
قیمت : -/35 روپے

خوب بچالیا

مصنف : آر کے مورتی
مترجم : ڈاکٹر شریف احمد
صفحات : 16
قیمت : -/15 روپے

حرف حرف نظم

مصنف : وقار خلیل
صفحات : 35
قیمت : -/11 روپے

پراسرار پھول

مصنف : لولین تھاوانی
مترجم : انیس احمد
صفحات : 16
قیمت : -/15 روپے

چٹکو

مصنف : سریکھا پانندیکر
صفحات : 24
قیمت : -/9.50 روپے

چٹکی چلی چمین

مصنف : سگروان سری واستو
صفحات : 16
قیمت : -/15 روپے

ISBN: 978-81-7587-378-0

कौमी काउन्सिल बराए फरोग़-ए-उर्दू ज़बान

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

National Council for Promotion of Urdu Language